Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Asloob-e-Hakeem: A Prophetic Pedagogical Miracle and a Guiding Framework for Contemporary Educational Institutions

اسلوبِ حکیم: سنتِ نبوی کا تعلیمی معجزہ اور جدید درسگاہوں کے لیے رہنما ماڈل

Dr.Noor Ul Haq
Assistant Professor, Al Ghazali University, Karachi
noorulhaq393@gmail.com
Kaleemullah
Scholar of research Federal Urdu University Karachi
muftikaleem123@gmail.com
Muhammad Anas Bin Ali Muhammad
Scholar of Research Federal Urdu University Karachi
Muhammadanas65066@gmail.com

ABSTRACT

This research explores the concept, forms, and educational effects of Usloob al-Hakeem as employed by the Prophet Muhammad (peace be upon him) in his Ahadoth. The study analyzes how this rhetorical style not only serves eloquence but also fulfills deep educational, ethical, and spiritual goals. Through qualitative and analytical methodology, the paper highlights how the Prophet's responses, often diverging from the expected answer, guided the questioner towards more beneficial knowledge or moral insight. The findings show that Usloob al-Hakeem is a highly effective teaching strategy that promotes critical thinking, emotional intelligence, and moral development. It holds valuable lessons for modern educators, especially in Islamic and traditional pedagogical contexts.

Keywords: *Usloob al-Hakeem, Hadith, Rhetoric, Islamic Education, Prophetic Wisdom, Teaching Methods, Moral Development, Pedagogical Strategy, Indirect Guidance, Educational Psychology.*

تمہید:

تعلیم کسی بھی قوم کی فکری، روحانی اور اخلاقی بنیاد ہوتی ہے۔ ایک مضبوط نظامِ تعلیم نہ صرف افراد کو شعور و آگہی عطا کرتا ہے بلکہ ایک صالح اور باوقار معاشرے کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اسی لیے تمام آسمانی مذاہب نے تعلیم کو مرکزی حیثیت دی، مگر دین اسلام نے جس انداز میں تعلیم کو زندگی کا محور بنایا، وہ کسی اور نظام میں نظر نہیں آتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بڑا مقصد تعلیم و تربیت تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ..."(الجمعة: 2)

آپؐ نے تعلیم کو محض الفاظ و معلومات کی ترسیل نہیں بنایا، بلکہ قلوب و اذہان کی تشکیل، کردار کی تعمیر، اور انسان سازی کا ذریعہ بنایا۔ آپؐ کی تعلیم کا مرکز "قلبِ انسان" تھا، اور اس کی غایت "تزکیۂ نفس"۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا اندازِ تدریس ایک ایسا انقلابی منہج بن گیا، جس نے بکھرے ہوئے جاہل عربوں کو دنیا کے سب سے با اخلاق اور با علم قوم میں تبدیل کر دیا۔

آپؐ کے اس طرزِ تعلیم کو ہم "اسلوبِ حکیم" کے عنوان سے تعبیر کرتے ہیں، جو نہ صرف تعلیمِ دین کا اعلیٰ ترین ماڈل ہے بلکہ تمام تعلیمی اداروں کے لیے رہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے۔

اس تحریر میں ہم اسلوبِ حکیم کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہوئے موجودہ مدارس کے تعلیمی نظام کا موازنہ اس مثالی اسلوب سے کریں گے، تاکہ عصرِ حاضر میں اسلامی تعلیم کو مؤثر، متحرک اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے ایک واضح اور عملی لائحۂ عمل سامنے آ سکے۔

اسلوب حکیم کی لغوی و اصطلاحی تعریف

چونکہ "اسلوبِ حکیم" دو الفاظ پر مشتمل مرکب اصطلاح ہے، لہٰذا ہر ایک کو الگ الگ بیان کرنا ضروری ہے۔

اول: "اسلوب" کی لغوی تعریف

"اسلوب" عربی زبان میں (س-ل-ب) سے ماخوذ ہے، جس کے معانی "راستہ"، "طریقہ" یا "فن" ہیں۔ ابن فارس کہتے ہیں: اسلوب کے حروف اصلی "سین، لام، اور با ہیں جس کا مطلب ہے کسی چیز کو نرمی سے لینا یا چک لینا"۔[1].

زرقانی کے مطابق: لغت میں "اسلوب" کا اطلاق مختلف معانی پر ہوتا ہے، جیسے درختوں کے درمیان راستے پر، کسی فن یا طریقے پر، ناک کے بلند ہونے پر، شیر کی گردن پر، اور کلام کرنے کے انداز پر بھی۔ سب سے موزوں معنی "کلام کے طریقے" کا ہے۔[2]

لہٰذا اسلوب کا لغوی مفہوم یوں بیان کیا جاسکتا ہے: "اظہار کا طریقہ یا خطاب کا فن"۔

دوم: "حکیم" کی لغوی تعریف

"حکیم" لفظ "حکمت" سے نکلا ہے، جس کا لغوی مطلب ہے: روکنا یا درست بات کہنا۔ ابن فارس کہتے ہیں: حکیم کے حروف اصلی "حاء، کاف، اور میم ہیں، جس کا مطلب روکنا ہے، کیونکہ حکمت جہالت سے روکتی ہے"[3]۔ مبرد کے مطابق: "حکیم وہ ہے جو حق بات کو پالے"[4]۔

---

[1] مقاییس اللغۃ (3/ 92) دار الفکر

2 مناهل العرفان في علوم القرآن (2/302)

3 مقاییس اللغۃ (2/ 91)

4 شمس العلوم ودواء كلام العرب من الكلوم (3/1535)

ان معانی کو جمع کرنے سے ہم کہہ سکتے ہیں: "حکیم" لغت میں وہ ہے: جو حق بات کو پالے، اپنے قول و فعل میں کامل ہو، اور خطا و فساد سے روکے [5]۔

سوم: "اسلوبِ حکیم" کی لغوی تعریف

جب دونوں الفاظ کی لغوی تعریف کو جمع کیا جائے، تو "اسلوبِ حکیم" کا مطلب بنتا ہے: اظہار کا ایسا مضبوط اور پختہ طریقہ جو مفہوم میں بغیر کسی خلل کے بات کو مہارت سے ادا کرنے اور جواب میں اہم ترین بات کو منتخب کرنے پر قائم ہوتا ہے۔

چہارم: اسلوبِ حکیم کی اصطلاحی تعریف

بلاغت کی اصطلاح میں علماء نے اسلوبِ حکیم کو مختلف الفاظ میں بیان کیا، مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

جرجانی نے فرمایا:

"اسلوبِ حکیم یہ ہے کہ کسی بات کا ذکر بطور تعریض اور اشارہ اس انداز سے کیا جائے جو زیادہ اہم ہو، تاکہ بولنے والے کو اس کے ترک کیے گئے پہلو کی طرف متوجہ کیا جا سکے۔" [6]

سکاکی کے مطابق

"مخاطب یا سائل کو اس بات کا جواب دینا جس کی وہ توقع نہیں کر رہا، تاکہ اسے اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے جو زیادہ اہم اور بہتر ہو۔" [7]

بلاغت میں اسلوبِ حکیم کی اقسام

اسلوبِ حکیم ان بلاغی اسالیب میں سے ہے جو ظاہر کے خلاف استعمال ہوتا ہے، اور اس کے دو اہم قسمیں ہیں جن پر بلاغت کے علماء کا اتفاق ہے، اور تقریباً تمام مثالیں انہی کے تحت آتی ہیں:

پہلی قسم: مخاطب کو وہ جواب دینا جو وہ توقع نہیں کرتا، یعنی مخاطب کی بات سے ایک مطلب سمجھ میں آتا ہے، مگر بلاغی مقصد کے تحت اسے اس کے ظاہری معنی کے خلاف لیا جاتا ہے۔ مخاطب کی تربیت، تنبیہ یا رہنمائی کے لیئے، اور یہ کسی سختی یا ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر ہوتا ہے۔

مثال: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازے میں بلایا گیا، تو میں نے کہا، "مبارک ہو اسے! یہ جنت کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے برائی کا زمانہ ملا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا (معاملہ) اس کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے، اے عائشہ؟ بے شک اللہ نے جنت کے

---

5 مختار الصحاح (ص 78)

6 التعریفات (ص 23)

7 مفتاح العلوم (ص 32)

لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا ہے جب وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے، اور جہنم کے لیے بھی کچھ لوگوں کو پیدا کیا ہے جب وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔"[8]

تحلیل

عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنت کو گناہوں سے بچنے کی بنیاد پر یقینی سمجھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی سے توجہ دلائی کہ یہ غیبی امور ہیں جن میں توقف بہتر ہے۔ اس میں نہ موافقت ہے اور نہ مخالفت، بلکہ زیادہ اہم بات کی طرف رہنمائی ہے۔

دوسری قسم: سائل کو وہ جواب دینا جو وہ درحقیقت نہیں مانگ رہا، یعنی سائل کی ترغیب، رہنمائی، یا تعلیم کے لیئے ایسا جواب دینا جو بظاہر اس کے سوال سے متعلق نہ ہو، لیکن حقیقتاً اس کے لیے زیادہ نفع بخش ہو–اس کے سوال کو نظر انداز کئے بغیر اس سے زیادہ اہم بات کی طرف موڑا جائے۔

مثال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "قیامت کب آئے گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے کہا: "کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔" تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اسی کے ساتھ ہو جس سے تم محبت کرتے ہو۔"

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم کسی بات سے اتنے خوش نہ ہوئے جتنے اس فرمان سے ہوئے: تم اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت کرتے ہو۔" انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہونگا اگرچہ میں نے ان جیسا عمل نہیں کیا۔[9]

تحلیل

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا وقت نہیں بتایا، بلکہ سائل کی توجہ اہم تر چیز یعنی تیاری کی طرف دلائی۔ یہ محض معلوماتی جواب نہیں تھا بلکہ تربیت ور ہنمائی کا نمونہ تھا

تحلیل

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی تعریف یا اقسام بیان نہیں کیں، بلکہ اس کے نتیجہ اور اجر پر زور دیا تاکہ سائل کو ترغیب ملے اور وہ صدقہ دینے پر آمادہ ہو۔

اسلوبِ حکیم کے بلاغی مقاصد

8 صحیح مسلم (رقم 2662)
9 صحیح البخاري، (رقم 3688)

اسلوبِ حکیم اعلیٰ درجے کا ایک بلاغی اسلوب ہے، جسے صرف اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے جب مقصد صرف ظاہری الفاظ نہیں بلکہ فکری و تربیتی گہرائی ہو۔ علماے بلاغت نے تصریح کی ہے کہ یہ اسلوب ظاہری الفاظ سے انحراف اسی وقت کرتا ہے جب مقام و حال کا تقاضا ہو اور مخاطب کے ذہن و نفس پر اثر انداز ہونا مقصود ہو۔ اس کے بلاغی مقاصد مختلف ہو سکتے ہیں، جن میں نمایاں ترین درج ذیل ہیں:

1. اہم اور اولیٰ بات کی طرف توجہ دلانا

اس اسلوب کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ مخاطب یا سائل کو کسی غیر ضروری بات سے ہٹا کر ایسی بات کی طرف متوجہ کیا جائے جو اس کے لیے زیادہ نفع بخش ہو۔

مثال:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، "افضل حج کون سا ہے؟" تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "لبیک اور خون بہانا" (یعنی تلبیہ اور قربانی)[10]

تحلیل:

سائل شاید کسی مخصوص وقت، مقام یا ظاہری کیفیت کے متعلق جواب کا منتظر تھا، لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عبادت کی روح کی طرف متوجہ کیا—یعنی اخلاص اور شعائرِ دینیہ کی ادائیگی، نہ کہ ظاہری تفصیلات۔

2. فکر کی اصلاح اور تصور کی تصحیح

جب سائل یا مخاطب کے ذہن میں کوئی غلط تصور ہو، تو اسلوبِ حکیم کے ذریعے نرم انداز میں بغیر کسی شرمندگی کے اس کی اصلاح کی جاتی ہے۔

مثال:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "میرے ہاں ایک سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے!" رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟" اس نے کہا، "جی ہاں فرمایا، "ان کا رنگ کیا ہے؟" اس نے کہا، "سرخ۔" پوچھا، "کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہوتا ہے؟" کہا، "ہاں۔" فرمایا، "تو یہ کہاں سے آیا؟" کہا، "شاید کسی سابقہ نسل کا اثر ہو۔" فرمایا، "یہ بھی ویسا ہی ہے۔". [11]

تحلیل:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صریحاً کچھ نہیں کہا، بلکہ عملی مثال سے مخاطب کے ذہن میں شک و شبہات کو ختم کیا، اور اس کے غلط تصور کی اصلاح کی—یہ حکمت کی اعلیٰ مثال ہے۔

10[البخاري:827]

11 صحیح البخاري، (رقم 5305)

3. غیر مستقیم تعلیم وتربیت

اس اسلوب کے ذریعے مخاطب کو بغیر کسی ڈانٹ کے نرمی سے ایسی بات کی طرف لے جایا جاتا ہے جو اس کے لیے موزوں ہو۔

مثال:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا، "اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر، جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا۔"[12]

تحلیل:

یہ ایک غیر مستقیم انداز میں صحابہ کرام کو شرک کے اسباب سے خبردار کرنا تھا، جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا ہوئے تھے۔

4. نرمی سے حرج کو رفع کرنا

اس اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مخاطب کو سختی یا شرمندگی سے بچا کر مشکل سے نکالا جائے۔

مثال:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا، "یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔" پوچھا، "کیا ہوا؟" کہا، "رمضان میں بیوی سے ہمبستری کرلی۔" رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟" کہا، "نہیں۔" فرمایا، "دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟" کہا، "نہیں۔" فرمایا، "ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟"

کہا، "نہیں۔" پھر ایک وقت بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں سے بھرا ایک ٹوکرا آیا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کہاں ہے وہ سائل؟" کہا، "میں ہوں۔" فرمایا، "یہ لے لو اور صدقہ کر دو۔" اس نے کہا، "مجھ سے زیادہ محتاج کوئی نہیں!" رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا: "یہ اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔"[13]

تحلیل:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ڈانٹا، نہ شرمندہ کیا، بلکہ مرحلہ وار انداز میں حل پیش کیا، اور آخر میں نرمی سے حرج کو رفع کر دیا۔ یہ اصلاح کی بلند ترین صورت ہے۔

5. مقام کا احترام اور مروّت کی رعایت

اس اسلوب میں جواب ایسے انداز سے دیا جاتا ہے جو ادب، صدق اور موقع و محل کے تقاضے کو یکجا کرتا ہے۔

مثال:

12 صحیح البخاري، کتاب الصلاۃ، باب "هل تنبش قبور مشركي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد"، حديث (رقم:435)

13 صحیح البخاري، (رقم الحديث 1936)

ابو رزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، "آپ بڑے ہیں یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے فرمایا، "وہ مجھ سے بڑے ہیں، البتہ میری پیدائش ان سے پہلے ہوئی ہے۔"[14]

تحلیل:

یہ جواب ایک طرف تاریخی حقیقت کا بیان ہے، اور دوسری طرف مقامِ نبوی کا احترام بھی۔ ایسا جواب مکمل حکمت اور ادب کا نمونہ ہے۔

6. بلیغ مزاح و خوش طبعی

بعض اوقات اس اسلوب کے ذریعے لطیف مزاح کیا جاتا ہے، جو نہ تو جھوٹ ہوتا ہے، نہ سنجیدگی کو مجروح کرتا ہے، بلکہ دل خوش کر دیتا ہے۔

مثال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، "مجھے" سواری عطا کیجیئے، فرمایا، "ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔" اس نے کہا، "میں اس کا کیا کروں گا؟" فرمایا، "کیا اونٹنی بھی اونٹ کا بچہ نہیں جنتی؟" (یعنی ہر اونٹ ایک دن بچہ ہی ہوتا ہے)[15]

تحلیل:

یہ مزاح تھا مگر سبق آموز اور سلیقے سے۔ نہ تو جھوٹ تھا، نہ تمسخر، بلکہ خوش طبعی کے ساتھ تربیت کا پہلو بھی موجود تھا۔

اسلوبِ حکیم کی بلاغی و تربیتی خصوصیات

اسلوبِ حکیم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں جس خوبی سے استعمال فرمایا، وہ محض زبان کی فصاحت نہیں بلکہ فکری تربیت، نفسیاتی اثر، اور عملی اصلاح کا جامع اسلوب ہے۔ اس میں کئی نمایاں خصوصیات ہیں، جنہیں ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1. محاذ آرائی اور بحث سے گریز

اس اسلوب کی نمایاں ترین خوبی یہ ہے کہ یہ مخاطب کو کسی فکری یا جذباتی تصادم میں نہیں ڈالتا، بلکہ نرمی سے اس کی توجہ زیادہ بہتر اور فائدہ مند باتوں کی طرف موڑ دیتا ہے۔

مثال:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، "یہ بچہ جنت کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے"۔

14 المصنف ابن أبي شيبة (ص 205، رقم 6)

15 صحيح أبي داود (رقم الحديث 4998)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور کیا ایسا ہی ہے، اے عائشہ؟ اللہ نے جنت کے بھی کچھ اہل پیدا کیے ہیں اور جہنم کے بھی۔"[16]

تحلیل

اس میں نہ تو سختی تھی اور نہ ڈانٹ، بلکہ نرمی سے توجہ دلائی گئی کہ غیبی امور میں فیصلہ نہ کیا جائے۔

مثال:

ایک نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا، اور عرض کرنے لگا کہ: اے اللہ کے رسول مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجئے، وہاں پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو ڈانٹا، بلکہ اس کے نزدیک لوگوں نے اس کو مارنے کی کوشش کی، تو اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کیا، اور اسے اپنے نزدیک بلا کر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہاری ماں کے ساتھ اس طرح کریں؟ اس نے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے یہ نہیں چاہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اپنی بیٹی کے لیے یہ پسند کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: آپ پر قربان ہو جاؤں، اللہ کی قسم! ہر گز نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے بارے میں نہیں چاہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم اپنی بہن کے لیے یہ پسند کروگے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رشتہ دار خواتین کے بارے میں پوچھتے رہے، اور وہ انکار کرتا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں کی ہے، تم بھی اسے پسند نہ کر، اور جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کر۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر اپنا ہاتھ مارا اور دعا کی، جس کی برکت سے اس کو پھر کبھی برائی کے خیالات نہیں آیا[17]

2۔ نرمی اور شفقت سے حرج کو دور کرنا

یہ اسلوب اس بات میں ممتاز ہے کہ یہ بغیر کسی ٹکراؤ کے شرمندگی یا حرج سے نکلنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور یہ مخاطب کے دل میں گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

مثال:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: "یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

---

[16] صحیح مسلم (رقم 2662)

[17] السنن الکبری للبیھقي، کتاب السیر، باب في فضل الجهاد في سبیل الله، (٩/١٦١)، رقم الحدیث: ١٨٩٧٧، الناشر: مجلس دائرة المعارف النظامیة، الهند، ط: ١٣٤٤ھ / مسند أحمد، (٣٦/٥٤٥)، رقم الحدیث: ٢٢٢١١، الناشر: مؤسسة الرسالة، ط: ١٤٢٠ھ-١٩٩٩م

اس نے کہا: "میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کے پاس چلا گیا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس غلام آزاد کرنے کے لیے کوئی گردن ہے؟"

اس نے کہا: "نہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟"

اس نے کہا: "نہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟"

اس نے کہا: "نہیں۔"

(یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری لائی گئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سائل کہاں ہے؟"

اس نے کہا: "میں ہوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔"

اس نے کہا: "یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ محتاج کون ہو گا؟ خدا کی قسم! ان دونوں حرّوں کے درمیان (یعنی مدینہ کے دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان) میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج کوئی گھرانہ نہیں۔"

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے، پھر فرمایا: "اسے اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔"[18]

تحلیل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس کے سنگین فعل کے باوجود نہ ڈانٹا اور نہ ہی برا بھلا کہا، بلکہ حکیمانہ انداز میں ایک کے بعد دوسرا متبادل پیش کرتے گئے، اور آخر کار تخفیف کے ساتھ اصلاح کی راہ نکالی۔ یہ اندازِ اصلاح بلاغت کی انتہا ہے جس میں نہ تو کسی کی عزت مجروح ہوتی ہے اور نہ ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔

3. قلیل الفاظ اور عمیق معنی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام میں کم الفاظ استعمال کرتے تھے مگر ان میں بہت بڑی معانی پنہاں ہوتے تھے، جو سامع کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ دیتے تھے۔

مثال:

"أنتَ مع من أحببتَ"

(تم اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت کرتے ہو)

---

[18] صحیح بخاری کتاب: الصوم (روزوں کا بیان) باب: "اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر" حدیث نمبر: 1936

تجزیہ

اس حدیث میں تین چار الفاظ ہے مگر ان میں محبت، صحبت، نیت، عمل اور جزا کا ایک جامع مضمون چھپا ہے

اسلوب حکیم اور منہج تعلیم و تبلیغ

1. تنقیدی سوچ کی تربیت

حدیث: ایک شخص نے عرض کیا، "قیامت کب آئے گی" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟"[19]

تعلیمی نکتہ: یہاں سائل کو براہ راست جواب نہیں دیا، بلکہ سائل کو مطلوب چیز یعنی فعلا تیاری کی طرف متوجہ فرمایا۔ یہ تنقیدی شعور کی تربیت ہے کہ اصل سوال "وقت" نہیں بلکہ "ذمہ داری" ہے

2. نرمی سے تصور کی اصلاح کرنا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا، "میرے ہاں سیاہ بچہ پیدا ہوا ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا تمہارے اونٹ ہیں؟" کہا، "جی ہاں" فرمایا، "کیا ان میں کچھ خاکی رنگ کے بھی ہوتے ہیں؟" کہا، "ہاں" فرمایا، "یہ کہاں سے آتے ہیں؟" کہا، "کسی نسل سے منتقل ہوتا ہو گا" فرمایا، "یہ بھی اسی طرح ہے"[20]

تعلیمی نکتہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ڈانٹ ڈپٹ کی، نہ فتویٰ دیا، بلکہ صرف مثال سے سائل کا شک دور فرمایا۔ یہ اعلیٰ سطح کی بلاواسطہ ذہنی اصلاح ہے، جو آج کی تعلیمی نفسیات کا بنیادی اصول ہے۔

3. احساسِ شرم کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح

حدیث: ایک شخص نے عرض کیا، "میں ہلاک ہو گیا! رمضان میں بیوی سے تعلق قائم کر لیا ہے" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا غلام آزاد کر سکتے ہو؟" اس نے کہا، "نہیں" فرمایا، "دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟" کہا، "نہیں" فرمایا، "ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟" کہا، "نہیں" پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کھجوریں دیں اور فرمایا، "یہ لے کر اپنے گھر والوں کو کھلا دو"[21]

تعلیمی نکتہ: یہ مثالی تدریس ہے جس میں شرمندہ کئے بغیر اصلاح، عملی حل کی تجویز، اور نرم رویے کو اپنایا گیا—جس سے طالب علم کا اعتماد بھی بحال رہا۔

4. مزاح کے ذریعے تربیت

[19] صحیح البخاري، (رقم 3688)

[20] صحیح البخاري، کتاب الطلاق، باب إذا عرض بنفي الولد، (۷/۵۳)، رقم الحدیث: ۵۳۰۵/ صحیح مسلم، کتاب اللعان، (۲/۱۱۳۷)، رقم الحدیث: ۱۵۰۰

[21] صحیح البخاري کتاب الصوم، باب إذا جامع في رمضان حدیث نمبر: 1936، صحیح مسلم کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع في نهار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارة الکبری فیه حدیث نمبر:

حدیث: ایک شخص نے عرض کیا، "مجھے سواری دیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "ہم تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے" اس نے کہا، "میں اس کا کیا کروں گا؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا اونٹنی بھی اونٹ ہی کا بچہ نہیں جنتی؟"[22]

تعلیمی نکتہ: یہ بلیغ مزاح کے ذریعے تدریس کو دلچسپ بنانا ہے۔ اس میں نہ تلخی ہے نہ استہزا، بلکہ سادگی کے ساتھ شاگرد کو سمجھایا گیا ہے۔ یہ معلم کے لیے زبردست تربیتی اسلوب ہے۔

5. نازک عقائد پر غیر مستقیم تنبیہ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ، "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازے میں بلایا گیا، تو میں نے کہا، "مبارک ہو اسے! یہ جنت کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے, اس نے کوئی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے برائی کا زمانہ ملا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا (معاملہ) اس کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے، اے عائشہ؟ بے شک اللہ نے جنت کے لیے کچھ لوگوں کو پیدا کیا ہے جب وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے، اور جہنم کے لیے بھی کچھ لوگوں کو پیدا کیا ہے جب وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔"[23]

تعلیمی نکتہ: یہ غیبی امور پر فیصلہ کن رائے قائم کرنے سے گریز کرنے کی تعلیم ہے۔ اس میں نہ استہزاء ہے اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ، بلکہ لطیف طریقے سے احتیاط سکھائی گئی۔

اسلوبِ حکیم اور تعلیمی ادارے

مدارسِ دینیہ برصغیر میں دین کی بقاء وتحفظ کا بنیادی ذریعہ رہے ہیں، جنہوں نے قرآن، حدیث، فقہ اور اسلامی علوم کی اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ تاہم، جب ان کا موازنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوبِ حکیم سے کیا جائے تو ہمیں کئی پہلوؤں پر غور کرنا پڑتا ہے۔

اسلوبِ حکیم وہ طریقہ تعلیم و تبلیغ ہے جس میں مخاطب کی نفسیات، حالت، فہم اور حالات کے مطابق نرمی، حکمت، تدریج، سوال وجواب، اور مثالوں کے ذریعے اصلاح کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی تعلیم کو خشک اور یک طرفہ معلومات کی ترسیل تک محدود نہیں رکھا، بلکہ ہر سوال کا ایسا جواب دیا جو اصل مقصد (تربیت) کو سامنے لاتا۔ آپ ﷺ کی مجالس میں مکالمہ تھا، سوال وجواب کی آزادی تھی، اور طلبہ کی نفسیات کو سمجھ کر ان کی فکری اصلاح کی جاتی تھی۔

اس کے برعکس آج کے بہت سے مدارس میں تعلیمی اداروں کا عمومی انداز یک طرفہ لیکچر، درسی متون کی حفظ و نقل، اور رسمی امتحانات تک محدود ہو گیا ہے۔ طلبہ کی فکری پرورش، تنقیدی سوچ کی تربیت، اور عملی اصلاح پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

جہاں نبی کریم ﷺ مخاطب کے سوال کو اصلاح کی سیڑھی بناتے تھے، وہاں مدارس اور تعلیمی اداروں میں بسا اوقات سوال کرنے کو گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ اس سے طلبہ کی علمی جرات، فکری تازگی، اور عملی بصیرت متاثر ہوتی ہے۔

---

[22] سنن أبي داود کتاب الأدب، باب المزاح حدیث نمبر: 4998 (صحیح السند)، مسند أحمد بن حنبل جلد 3، صفحہ 150 حدیث مرفوع

[23] صحیح مسلم (رقم 2662)

،اسلوبِ نبوی میں تدریج(step-by-step development)، نرمی، اور لطیف اندازِ فہم دہانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جبکہ بعض مدارس اور تعلیمی اداروں میں اصلاح کی کوشش اکثر سخت تنبیہ یا ڈانٹ ڈپٹ کی صورت میں کی جاتی ہے، جو تعلیم کی تاثیر کم کر دیتی ہے۔

نتیجتاً، اگر مدارس اور یونیورسٹیز (تعلیمی اداروں) اسلوبِ حکیم کے اصولوں کو اپنائیں—جیسے سوال و جواب پر مبنی تدریس، مکالمہ، طلبہ کی نفسیات کا لحاظ، اور اخلاقی تربیت—تو یہ ادارے صرف معلوماتی مراکز نہیں رہیں گے بلکہ سیرت و کردار کے حقیقی مدارس بن جائیں گے۔ اسلوبِ حکیم کو اپنا کر ہم نہ صرف دینی تعلیم کو مؤثر بنا سکتے ہیں، بلکہ اُمت کو ایسے باکردار، فہیم، اور باعمل علماء فراہم کر سکتے ہیں جو عصرِ حاضر کی فکری جنگ میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔

خلاصہ:

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طرزِ تعلیم صرف اس زمانے کے لیے نہیں تھا، بلکہ ہر دور کے لیے ہے۔ آج کے دور میں جہاں ذہنی انتشار، سوشل میڈیا کا اثر، اور دینی بیزاری عام ہو چکی ہے، وہاں اس اندازِ حکیمانہ کو اپنانا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مدارس اور یونیورسٹیز اگر اس طرز کو اختیار کر لیں، تو وہ محض معلوماتی ادارے نہیں رہیں گے، بلکہ کردار ساز کارخانے بن جائیں گے۔

آج کا نوجوان سوال کرتا ہے، دلیل مانگتا ہے، زبردستی سے قائل نہیں ہوتا۔ اگر ہم اس کے ساتھ بھی وہی صدیوں پرانا یک طرفہ انداز اپنائیں گے تو نہ ہم اس کے دل تک پہنچ سکیں گے نہ فکر تک۔ اسلوبِ حکیم ہی وہ راستہ ہے جو جدید ذہن کو مسحور بھی کرتا ہے اور مطمئن بھی۔

لہٰذا علماء، اساتذہ اور معلمین کو چاہیے کہ وہ اسلوبِ حکیم کو سمجھیں، اس پر غور کریں، اور اپنی تعلیم و تبلیغ میں اسے بنیاد بنائیں۔ یہی طریقہ امت کے احیاء اور اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔

SCRR